© rasailojaraid.com

(قسط ۳)

قرونِ وسطیٰ کے ہندوستان کی تمدنی جھلکیاں

جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم۔اے، ال،بی
سابق رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش۔

(۱) **عہدِ اکبری کا عظیم عبقری۔ امیر فتح اللہ شیرازی** جس فاضل عہد نے اکبر کی تعلیمی پالیسی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا وہ امیر فتح اللہ شیرازی تھے جو اپنے زمانہ کے عظیم عبقری[۱] علی عادل شاہ بیجاپوری کی

---

[۱] سیادت پناہ میر فتح اللہ شیرازی کہ در وادیٔ الٰہیات و طبعیات و سائر اقسام علوم عقلی و نقلی و طلسمات و نیرنجات و جرِ اثقال نظیر خود نداشت۔" (منتخب التواریخ، مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۴۳)

بدایونی نے دوسری جگہ لکھا ہے:۔

میر فتح اللہ شیرازی کہ اعلم العلماء عہدِ زمان است۔ مونس مقتدائے حکام و اکابر فارس بود، جمیع علوم عقلی از حکمت و ہندسہ و نجوم و رمل و حساب و طلسمات و نیرنجات و جرِ اثقال نیکوی دانست و دریں فن آں قدر حالت داشت کہ اگر بادشاہ متوجہ می شدند رصدی تواں بست۔ و در علوم عربیت و حدیث و تفسیر و کلام نسبت او مساوی است۔" منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح نظام الدین نے لکھا ہے:۔

"میر فتح اللہ شیرازی ۔ ۔ ۔ دانشمند متبحر بود در فنون علم عقلی و نقلی از علمائے خراسان و عراق و ہندوستان، امتیاز تمام داشت۔ و در زمان خود در کل عرصہ عالم مثل و قرین خود نداشت۔" طبقات اکبری صفحہ ۳۰۵، ابوالفضل اسے "تذکرہ حکمائے پیشیں" "دانائے روزگار" یادگار پیشیں دانشوراں" "علامۃ الزمانی" وغیرہ القاب سے یاد کرتا ہے۔ نیز لکھتا ہے:

"در حکمت نظری و عملی طراز یکتائی داشت۔" (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴۰۰)

اکبر کو اس کے مرنے کا بیحد صدمہ ہوا تھا اور وہ بار بار کہتا تھا:۔

"میر دکیل و حکیم و طبیب و منجم ما بود۔ اندازہ سوگواری ما کہ تواند شناخت۔ اگر بدست فرنگ افتادے و همگی خزائن عوض خواستے، بآرزو آں سوداے فراواں سود کردے و آں گوہر ارزان اندوختے۔" فیضی نے اس کے مرنے پر جو دلدوز مرثیہ لکھا تھا، اس میں کہتا ہے:۔

در جنب تو خرد ز دوربین او بنمود نور مشعل عقل کل دخاں

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزارا سے دکن آئے[1] امیر فتح اللہ شیرازی میر غیاث الدین منصور ''، ایران کے اندر علوم عقلیہ کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے[2] پر انہیں اکبر نے بلالیا اور صدر مملکت مقرر کیا[3] وہ علوم طبیعیات

سنہ ۱۰۲۹ھ (حدث الہی او عقل مستفید | وز وقت ریاضی او غیب مستہان
جو یدہ حقائق اشیاء کما تکون | منبیدہ وجود دقائق بدوں گمان

ایک دوسرے مرثیہ میں کہتا ہے:۔

گرامی امہات فضل لافرزند روحانی | ابو الآثار یعنی شاہ فتح اللہ شیرازی
دو صد بو الفر رفت و بو علی تا او پدید آمد | بسے دارد قضا دور تا مکاں زیں گونہ پردازی
گہے با محل مشائیاں گرد سے بریں کرسے | گہے با موکب اشراقیاں کردے فلک تازی

[1] "عادل شاہ بیجاپوری ہزاراں خواہش او را از شیراز بدکن طلبید و وکیل مطلق خود ساخت"۔ (مآثر الکرام صفحہ ۲۳۷)

[2] میر غیاث الدین منصور کے حلقۂ درس میں جانے سے پہلے وہ خواجہ جمال الدین محمود، مولانا کمال الدین شروانی، مولانا احمد کرد وغیرہم کے شاگرد رہ چکے تھے۔ چنانچہ ابو الفضل نے لکھا ہے:۔

"در دانش گاہ خواجہ جمال الدین محمود و مولانا کمال الدین شروانی و مولانا احمد کرد فراواں شناسائی اندوخت۔" (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۴)

لیکن اکبر کو اس کے خوشامدی چاپلوسوں نے یہ بتایا تھا کہ وہ میر غیاث الدین منصور کے شاگرد تھے جو علمی تبحر کے ساتھ آزاد خیال بھی تھے۔ اسی لیے اسے امید تھی کہ وہ دین الٰہی کی تائید کریں گے۔ چنانچہ بدایونی نے لکھا ہے:۔

"چوں شنیدہ بودند کہ او شاگرد بیواسطہ میر غیاث الدین منصور شیرازی است کہ بنماز و عبادات دیگر چندانے مقید نبود، گمان داشتند کہ گرد رسختان مذہب و دین با ایشاں مماساۃ خواہد کرد۔"
(منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۴۲)

لیکن اکبر کی یہ امید پوری نہ ہو سکی کیونکہ امیر فتح اللہ اپنے مذہب میں بڑے متصلب تھے۔

[3] عادل خاں بیجاپوری بہزاراں خواہش از شیراز بدکن آورد۔ و پس از سپری شدن بعدز گار را بحکم دیرین آرزو و فرمان طلب بجنوب قدسی آستان گام سعادت بر گرفت۔" باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر
(اکبر نامہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

© rasailojaraid.com

کی جملہ شاخوں میں اس درجہ کمال رکھتے تھے کہ ابوالفضل کہا کرتا تھا: اگر قدما کی کتابیں ضائع بھی ہو جائیں تو امیر فتح اللہ انہیں دوبارہ اپنے حافظہ اور ذہانت سے پیدا کر سکتے ہیں [1]

امیر فتح اللہ شیرازی کو بہت سی ایجادات کا شرف پہونچتا ہے انہوں نے ایک پن چکی بنائی تھی جو گاڑی پر رکھی جاتی تھی اور گھوم کر آٹا پیستی تھی [2] ایک آئینہ بنایا تھا جس میں دور ہو یا نزدیک طرح طرح کی عجیب شکلیں نظر آتی تھیں [3] ایک ایسا پہیہ بنایا تھا جس سے بیک وقت بارہ بندوقیں چھٹتی تھیں [4]

امیر فتح اللہ نے جو بندوق بنائی تھی، وہ اس درجہ مضبوط تھی کہ لبالب بارود سے بھری ہوئی چلانے پر بھی نہیں پھٹتی تھی۔ ورنہ دوسری بندوقیں عموماً چوتھائی سے زیادہ نہیں بھری جا سکتی تھیں [5] جس لوہے سے وہ بنائی جاتی تھیں، اُسے چپٹا کر کے ترچھا موڑا جاتا تھا۔ اس طرح ہر چکر پر تہیں اور زیادہ لمبی ہو جاتی تھیں۔ اس کے بعد تہوں کو ایک کے اوپر ایک کر کے جوڑا جاتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ آگ میں تپایا جاتا تھا [6] بندوقیں اس طرح

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسی طرح بدایونی نے لکھا ہے:۔

"و در ربیع الاول سال نہصد و نود سیادت پناہ میر فتح اللہ شیرازی ... حسب فرمان طلب از پیش عادل خاں دکھنی بفتحپور رسید ... و بمنصب صدارت کہ پایہ نولیس بیش نبود اختیار یافت (منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۱۴)

[1] "آں مایہ شناسائی دارد کہ اگر کہن نامہائے دانش بہ بستی سر اندر شوند! اساس نو برنہد و بنیاد از رفتہا آرزو برد" (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۰۱۴) [2] آسیائے ہوائی را بر ساخت کہ خود حرکت می کردو آرد می شد" (طبقات اکبری صفحہ ۳۸۹) [3] و آئینہ ساخت کہ از دور و نزدیک اشکال غریبہ مرئی گشت" (طبقات اکبری صفحہ ۳۸۹) [4] و بیک چرخ دوازدہ بندوق سر کشیدہ" (طبقات اکبری صفحہ ۳۸۹)

[5] "چناں برسازند کہ بدارو لباب ساختہ آتش دہند و از ہم نگسلد۔ بیشتر از چہاریک نیفزودے" آئین اکبری مطبوعہ نولکشور پریس جلد اول صفحہ ۸۳) [6] "گیتی گذیں رہ ئے در میان آورد۔ آہن ساختہ را طومار آسا بہ اریب در پیچند۔ چناں کہ در ہر پیچ درازتر گردد۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

بنائی جاتی تھیں کہ وہ بغیر فلیتہ کے گھوڑے کو ذرا سا دبانے سے سر ہو جاتیں[1]
انہوں نے ایک توپ بھی بنائی تھی، جس کے اجزاء سفر میں علیحدہ علیحدہ ہو سکتے تھے۔
مگر بوقت ضرورت انہیں پھر جوڑ کر مکمل کیا جا سکتا تھا[2] انہوں نے ایک اور توپ سترہ
توپوں کو ملا کر اس طرح بنائی تھی کہ ایک فتیلہ سے بیک وقت انہیں سر کیا جا سکتا تھا۔[3]
امیر فتح اللہ جو صدر مملکت تھے اور بعد میں محکمہ مالگزاری کی تنظیم میں راجہ ٹوڈرمل کے شریک
کار ہو گئے تھے[4] ان مصروفیتوں کے باوجود نہ صرف اپنی سائنسی اور میکانکی ایجادات ہی
کے لیے وقت نکالتے تھے، بلکہ اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کو پڑھانے کے لیے بھی وقت نکال لیتے تھے[5]

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) ولب بلب مدارند۔ بل از یکدیگر بگذرانند وپا بہ پایہ آتش پختہ سازند" (آئین اکبری جلد اول صفحہ ۸۳)

[1] ونیز از کار آگہی کشور خدیو چناں بر ساختند کہ بے فتیلہ آتش باندک جنبش پایہ افروزش پذیرد تیر کشادیابد" (آئین اکبری جلد اول صفحہ ۸۳) [2] آئین توپ ... گوناگوں اختراع فرمود ... دیگے برائے کار آورد وجدا پور شہا از ہم جدا کردہ بآسانی برندو ہنگام افروزش شایستہ پیوند یابد" (آئین اکبری جلد اول صفحہ ۸۲) [3] ونیز ہفدہ را چناں یکتائی داد کہ یک فتیلہ ہمہ را کشادہ بد" (آئین اکبری جلد اول) [4] کہ در منصب وزارت با راجہ ٹوڈرمل شریک ساختند۔ اما او دلیرانہ در کار وبار راجہ در آمدہ دارو مدارى نمود۔" (منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۴۴)

اسی طرح ابو الفضل نے لکھا ہے :۔

" ہمدریں روز امیر فتح اللہ شیرازی را با مین الملکی بلند پایہ گردانید و فرمان شد کہ راجہ ٹوڈرمل مہمات مالی وملکی بصواب دید میر و براہ کند وکہن معاملہا کہ از زمان مظفر خاں تشخیص نیافتہ بود بانجام رسانند" (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۵۰۴) [5] چنانچہ ان کے مشاہیر تلامذہ میں شیخ حسن موصلی تھے۔ بدایونی نے ان کے بارے میں لکھا ہے :۔

" شیخ حسن علی موصلی شاگرد رشید شاہ فتح اللہ است منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۳۶)

دوسرے مشہور شاگرد ملا عبد السلام لاہوری تھے جو اپنے عہد کے افاضل میں سے تھے۔
آزاد بلگرامی لکھتے ہیں

" معدن عقلیات ونقلیات بود۔ و فنون ادب وفقہ واصول را نیکو می دانست (باقی صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سات آٹھ سال کے چھوٹے بچوں کو سبق پڑھانا ان کا بڑا دلچسپ مشغلہ تھا، چنانچہ ابوالفضل کا لڑکا ان کا شاگرد تھا۔ ان مشاغل کے ساتھ اُنھوں نے شرح ملا جلال

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) علم از امیر فتح اللہ شیرازی وغیرہ فراگرفت و قریب شصت سال درس گفت و جمعے کثیر را بپایہ فضیلت برساند۔" (مآثر الکرام صفحہ ۲۳۶)

ملا عبدالسلام لاہوری کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ ہندوستان کے چار علمی سلسلوں میں —

دو علمی سلسلوں یعنی فرنگی محل اور خیرآباد کا شجرۂ تلمذ اُن کے توسط سے محقق دوانی تک پہونچتا ہے۔ باقی دو سلسلوں یعنی دیوبند اور علی گڑھ کا شجرۂ تلمذ امیر فتح اللہ شیرازی کے استاد بھائی میرزا جان شیرازی کے توسط سے محقق دوانی تک پہونچتا ہے۔

ہندوستانی الاصل شاگردوں کے علاوہ امیر فتح اللہ کے ایرانی تلامذہ میں امیر عنایت اللہ تھے جن کی سفارش پر وہ دکن تشریف لائے تھے۔ دوسرے مشہور شاگرد میر تقی الدین محمد تقیائے نسابہ، تھے۔ ان کے پایۂ علمی کے بارے میں فیضی نے اپنے ایک خط میں اکبر کو لکھا تھا: —

"دیگر سرآمد دانشمندان عراق و فارس میر تقی الدین محمد است کہ مشہور با تقیائے نسابہ است و بدانشمندی او امروز در ولایت کسے نیست۔ از شاگردان میر فتح اللہ است۔ وقتے کہ میر فتح اللہ و مولانائے مرزا جان در شیراز کوس دانشمندی می زدند، او نیز یکے از مدرسان مشہور شیراز بود۔ بندہ مدتے است کہ صیت کمالات او می شنود۔ و از میر فتح اللہ مکرراً تعریف او شنیدہ۔ وکسے را کہ ایں چنیں شاگردے ماندہ باشد، دلیل کمال او بر عالمیاں ہمیں بس۔" (لطیفۂ فیاضی مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ورق ۲۹ ب)

تقی الدین نسابہ کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ اگلی صدی میں ایران کے جو فضلاء ہندوستان میں آئے، اکثر ان کے شاگرد تھے۔

لہ بتعلیم اطفال اُمرا رمقید بودہ و ہر روز بمنزل مقرباں رفتہ، نخست از ہمہ غلام حکیم ابوالفتح واد وقتے پسر شیخ ابوالفضل و اُمرا زادہائے دیگر ہفت ہشت سالہ بلکہ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(شرح تہذیب) کے تحشیہ و تکملہ اور تفسیر قرآن (حاشیہ بیضاوی) کے لیے بھی وقت نکال لیا تھا[1]

امیر فتح اللہ شیرازی الغ بیگ کی ہیئتی جداول (زیچ) کے ترجمہ (تجدید) کی بھی نگرانی کرتے تھے[2] انہوں نے محقق دوانی، صدر الدین شیرازی اور مرزا جان کی کتب معقولات کو ہندوستان میں متعارف کرایا' جو یہاں کے مدارس کے نصاب میں اختیاری مضمون کی حیثیت سے داخل ہوگئیں۔ اس طرح ملک میں اعلیٰ تعلیم کے اندر معقولات کا مذاق عموماً بڑھنے لگا[3] اور جو رجحان سکندر لودی کے عہد میں شروع ہوا تھا' وہ اکبر کے زمانہ میں اپنے عروج کو پہونچ گیا۔

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) خورد تر از معلم کردد تعلیم لفظا دخط و دائرہ ابجد بلکہ ابجد ہم می داد" (منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۴۳)

[1] "از مصنفات او تکملہ حاشیہ علامہ دوانی بر تہذیب المنطق و حاشیہ بر حاشیہ مذکور متداول است" (مآثر الکرام صفحہ ۲۲۸ ۔ تذکرہ امیر فتح اللہ شیرازی)

[2] "از دیرباز سر یرآرائے اقبال بران بود کہ در آباد بوم ہندوستان تازہ سال و برد ستے کار آید و دشواری بآسانی گزاید۔ و نیز از تاریخ ہجری کہ از ناکامی آگہی بخشد' سرگرانی داشتند۔ در نہصد و نود و دمے ہلالے از فروغ خرد والا چراغ آگہی افروزش دیگر یافت۔ یادگار پیشین حکمائے گزیدہ دودمان دانش امیر فتح اللہ شیرازی در انجام ایں کار ہمت بست و بر زیچ جدید گورگانی اساس بر نہاد و اورنگ نشینی افسر خدیو را سرآغاز گرفت" (آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۲۷۷)

[3] "تصانیف علمائے متاخرین ولایت مثل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث الدین منصور و مرزا جان' میر بہ ہندوستان آورد۔ و در حلقۂ درس انداخت ۔ و جم غفیر از حاشیۂ محفل میر استفادہ کردند و از آں عہد معقولات را رواجے دیگر پیدا شد" (مآثر الکرام صفحہ ۲۲۸)

© rasailojaraid.com